(S_1997_6_317_324)

سپریم کورٹ رپورٹس (1997) SUPP. 6 ایس سی آر

# کمشنر، آگرہ اور دیگران

بنام

# روہتاس سنگھ اور دیگران

9 دسمبر 1997

( سجاتا وی۔منوہر اور جی۔ٹی۔ناناوتی، جسٹسز )

توہین عدالت ایکٹ :1971 دفعہ 2(بی)،(سی) اور 15۔

توہین عدالت-کمیشن ۔سرکاری عہدیداروں کی طرف سے -جن سرکاری افسروں کے خلاف توہین عدالت کا نوٹس عدالت کے حکم کی نافرمانی پر جاری کیا گیا تھا ان کا دفاع کرنے کے لئے قانونی افسران کی پیشی - کی اجازت ۔منعقد : ریاستی حکومت اپنے کسی بھی قانونی افسر کو ایسے سرکاری عہدیداروں کے سامنے پیش ہونے اور ان کا دفاع کرنے کا اختیار دے سکتی ہے-عدالت عالیہ نے توہین عدالت کی درخواستوں میں سرکاری عہدیداروں کا دفاع کرنے کے لئے وکیلوں کے پینل کا اہتمام کرنے والے سرکاری حکم کو منسوخ کرنے کا جواز پیش نہیں کیا-عدالت عالیہ یہ عام ہدایت بھی نہیں دے سکتا کہ توہین عدالت کی کارروائی میں قانونی چارہ جوئی کے اخراجات حکومت نہیں بلکہ سرکاری عہدیدار برداشت کریں گے-تاہم، کچھ حالات میں ایڈوکیٹ جنرل ایک مبینہ رشتہ دار کی طرف سے پیش ہونے سے انکار کر سکتے ہیں جو سرکاری عہدیدار ہے- جہاں سرکاری افسر کا طرز عمل خراب ہے، عدالت اسے ذاتی طور پر اخراجات ادا کرنے کی ہدایت دے سکتی ہے -الہ آباد عدالت عالیہ رولز، 1952- قاعدہ 6-آئین ہند، 1950-آرٹیکل 129 اور 215-قانونی یادداشت کا دستور العمل، 1975۔

توہین عدالت ۔کی کارروائی ۔کی نوعیت ۔منعقد : توہین عدالت کی کارروائی کو مجرموں کے خلاف مقدمہ چلانے کے مترادف نہیں کیا جاسکتا-توہین عدالت کی کارروائی بنیادی طور پر عدالت اور توہین کرنے والوں کے درمیان معاملہ ہے۔

الہ آباد عدالت عالیہ میں فوجداری معاملوں میں پیش ہونے والے ریاست کے وکیلوں کو سرکاری وکیل کے طور پر نامزد کیا جاتا ہے جبکہ دیوانی معاملوں میں پیش ہونے والے ریاست کی طرف سے وکیلوں کو اسٹینڈنگ کاونسل کے طور پر نامزد کیا جاتا ہے۔الہ آباد عدالت عالیہ نے اپنے حکم میں کہا تھا کہ ریاستی حکومت کے ایک افسر کی طرف سے دیوانی اور فوجداری توہین عدالت کی کارروائی میں وکیلوں کا کوئی بھی طبقہ پیش نہیں ہوسکتا ہے۔اس میں مزید کہا گیا ہے کہ توہین عدالت کی کارروائی میں قانونی چارہ جوئی کے اخراجات کے لئے ایسے سرکاری عہدیداروں کو سرکاری خزانے سے کوئی مالی مدد نہیں دی جاسکتی ہے۔یہ اخراجات متعلقہ سرکاری عہدیداروں کو ذاتی طور پر برداشت کرنے تھے، جو بعد میں انہیں واپس کیے جاسکتے تھے اگر انہیں توہین عدالت کی کارروائی میں باعزت بری کردیا جاتا ہے۔عدالت عالیہ نے 12اپریل 1996 کو حکومت اتر پردیش کے اسپیشل سکریٹری اور ایڈیشنل لیگل ریمینسر کی طرف سے جاری ایک سرکاری حکم کو بھی منسوخ کردیا تھا جس کے تحت حکومت اتر پردیش اور اس کے افسران اور/ یا ملازمین کے خلاف دائر توہین عدالت کی درخواستوں میں پیشی کے لئے وکیلوں کے ایک پینل کو نامزد کیا گیا تھا۔عدالت عالیہ نے ان دونوں پینل سے ایڈیشنل چیف اسٹینڈنگ کاونسل کے نام خارج کردیے تھے۔اس نے قانونی یادداشت کا دستورالعمل، 1975 کی متعلقہ دفعات کو بھی بغیر کسی نتیجے کے برقرار رکھا تھا جس میں سرکاری وکیلوں اور/ یا اسٹینڈنگ وکیل کو اس طرح کے معاملوں میں پیش ہونے کی اجازت دی گئی تھی۔لہذا یہ اپیل۔

اپیلوں کی اجازت دیتے ہوئے، یہ عدالت

یہ غلط تصور تھا کہ ریاست کو توہین عدالت کے لئے مقدمہ چلانا پڑا تھا کہ موجودہ معاملے میں عدالت عالیہ اس نتیجے پر پہنچی کہ ریاست کی طرف سے عدالتوں میں اس کی نمائندگی کرنے کے لئے مقرر کردہ وکیل ریاست کے کسی ایسے افسر کی طرف سے پیش نہیں ہوسکتے ہیں جس پر توہین عدالت کا الزام عائد کیا گیا ہو۔عدالت عالیہ کے استدلال کی یہ بنیاد درست نہیں ہے۔توہین عدالت کی کارروائی کو اکثر نیم مجرمانہ کارروائی کے طور پر بیان کیا

جاتا ہے کیونکہ اس کے نتیجے میں توہین کرنے والے کو سزا ملتی ہے۔تاہم اس کارروائی کا موازنہ ریاست کی جانب سے کسی مجرم کے خلاف مقدمہ چلانے سے نہیں کیا جاسکتا۔توہین عدالت کی کارروائی بنیادی طور پر عدالت اور استغاثہ کے درمیان ایک معاملہ ہے۔توہین عدالت کا دائرہ اختیار عدالت کو انصاف کی مناسب انتظامیہ اور قانون کی حکمرانی کو برقرار رکھنے کو یقینی بنانے کے قابل بناتا ہے۔اس کا مقصد اس بات کو یقینی بنانا ہے کہ عدالتیں انصاف کے نظام یا اس کا انتظام کرنے والے عہدیداروں پر بلا روک ٹوک حملوں کے ذریعے اپنے فرائض کو مناسب طریقے سے انجام دینے کے قابل ہوں اور عدالت کے احکامات یا عدالت کو دیے گئے اداروں کی جان بوجھ کر خلاف ورزی کو روکیں۔یہی وجہ ہے کہ سپریم کورٹ اور عدالت عالیہ کے پاس توہین عدالت سے متعلق قانون سازی کو بھی توہین عدالت پر سزا دینے کا فطری اختیار ہے۔یہ بات توہین عدالت ایکٹ 1971 کے تحت "توہین عدالت" کی تعریف سے بھی واضح ہے۔اس تعریف سے یہ واضح ہوتا ہے کہ توہین عدالت پر سزا دینے کا اختیار ایک ایسا اختیار ہے جو انصاف کے مناسب انتظام اور عدالت کے اختیار کو برقرار رکھنے کے لئے ضروری ہے۔یہ اختیار آئین کے آرٹیکل 129 اور 215 کے تحت واضح طور پر محفوظ ہے۔لہٰذا یہ ریاست کے لیے کھلا ہے کہ وہ توہین عدالت کی کارروائی میں اپنے عہدیداروں کی طرف سے پیش ہونے کے لیے اپنے وکیلوں کو نامزد کرے۔[321-ایچ؛322-اے-بی؛323-بی-سی]

ڈی۔این۔تنیجا بنام بھجن لائی، [1988] 3ایس سی سی 26۔ٹی سی ہنگورانی بنام جی۔پی۔مشرا، (1967) لاء رپورٹس لکھنؤ 662 اور محمد اقبال کھانڈے بنام عبدالماجد راتھر، [1994] 4ایس سی سی 34، پر انحصار کرتے تھے۔

2.1۔ الہ آباد عدالت عالیہ رولز، 1952 کے رول 6 کو توہین عدالت ایکٹ کی دفعہ 23 کے تحت تشکیل دیا گیا ہے، جس میں سرکاری وکیل کو مجرمانہ توہین کا نوٹس دینے کا اہتمام کیا گیا ہے، تاہم، سرکاری وکیل کو توہین عدالت کی کارروائی میں دلچسپی رکھنے والا فریق نہیں بناتا ہے۔مزید برآں، موجودہ کیس فوجداری توہین سے نہیں بلکہ دیوانی توہین سے متعلق ہے۔[324-اے-بی]

2.2۔ لہٰذا ریاست کسی قانونی افسر کو ان معاملوں میں پیش ہونے کا اختیار دینے کی مجاز ہے جہاں توہین عدالت ریاست کے کسی افسر یا ملازم کی جانب سے عدالت کے حکم کی نافرمانی پر مشتمل ہو۔عدالت عالیہ

کی جانب سے دی گئی مزید ہدایات کہ اس طرح کے تمام معاملوں میں قانونی اخراجات مبینہ ملزم کو ذاتی طور پر برداشت کرنے چاہئیں، سوائے اس کے کہ جب اسے باعزت بری کر دیا جائے، بھی غیر ضروری معلوم ہوتا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ عدالت عالیہ کو اس طرح کی ہدایت جاری کرنے کی طرف راغب کیا گیا ہے کیونکہ اس عدالت میں ریاست کے افسران کے خلاف بڑی تعداد میں توہین عدالت کے مقدمات زیر التوا ہیں کیونکہ وہ عدالت کے احکامات پر عمل کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ یہ واقعی ایک پریشان کن صورتحال ہے۔ جہاں متعلقہ افسر کا طرز عمل خراب ہو، وہاں عدالت اسے ذاتی طور پر اخراجات ادا کرنے کی ہدایت دے سکتی ہے، اگر کیس کے حقائق اور حالات اس کی ضرورت ہو۔ لیکن عدالت عالیہ کی طرف سے دی گئی اس قسم کی عام ہدایت کو برقرار نہیں رکھا جا سکتا۔ [324-بی-ڈی]

دیوانی اپیلیٹ کا دائرہ اختیار : دیوانی اپیل نمبر 89-8588 آف 1997۔

1996 کے سی۔ایم۔ڈبلیو۔پی۔نمبر 28721 اور 21843 میں الہ آباد عدالت عالیہ کے 19.11.96 کے فیصلے اور حکم سے۔

درخواست گزاروں کی طرف سے اٹارنی جنرل اشوک ایچ دیسائی، آر۔بی۔مشرا، کملیندر مشرا اور اروند ورما شامل ہیں۔

سی۔اے۔نمبر 8588/97 میں مدعا علیہ کی طرف سے تر پپوری رائے، پرشانت کمار اور جوزف پوکٹ۔

عدالت کا فیصلہ بذریعہ سنایا گیا :

مسز سجاتا وی منوہر، جسٹس۔اجازت دے دی گئی۔

یہ اپیلیں الہ آباد عدالت عالیہ کے اس فیصلے کی ہیں جس میں کہا گیا تھا کہ ریاست اتر پردیش کے سرکاری وکیلوں اور اسٹینڈنگ کاونسل کو ان سرکاری افسروں کے سامنے پیش ہونے اور ان کا دفاع کرنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی جن کے خلاف توہین عدالت کا نوٹس جاری کیا گیا ہے۔ الہ آباد عدالت عالیہ میں فوجداری معاملوں میں پیش ہونے والے ریاست کے وکیلوں کو سرکاری وکیل کے طور پر نامزد کیا جاتا ہے جبکہ دیوانی معاملوں میں پیش ہونے والے ریاست کی طرف سے وکیلوں کو اسٹینڈنگ کاونسل کے طور پر نامزد کیا جاتا ہے، عدالت عالیہ نے کہا ہے کہ کسی بھی قسم کے وکیل ریاستی حکومت کے عہدیدار کی طرف سے توہین عدالت کی کارروائی میں پیش نہیں ہوسکتے ہیں۔ الہ آباد عدالت عالیہ نے مزید کہا ہے کہ توہین عدالت کی کارروائی میں قانونی چارہ جوئی کے اخراجات کے لئے ایسے سرکاری افسروں کو سرکاری خزانے سے کوئی مالی مدد نہیں دی جاسکتی ہے۔ یہ اخراجات متعلقہ سرکاری عہدیداروں کو ذاتی طور پر برداشت کرنے ہوں گے جو بعد میں انہیں واپس کیسے جاسکتے ہیں اگر انہیں توہین عدالت کی کارروائی میں باعزت بری کردیا جاتا ہے۔ عدالت عالیہ نے 12 ستمبر 1996 کو حکومت اتر پردیش کے اسپیشل سکریٹری اور ایڈیشنل لیگل ریمینبرنسر کی طرف سے جاری ایک سرکاری حکم کو بھی منسوخ کردیا ہے جس کے تحت یو پی حکومت اور اس کے افسران اور/ یا ملازمین کے خلاف دائر توہین عدالت کی درخواستوں میں پیشی کے لئے وکیلوں کے ایک پینل کو نامزد کیا گیا ہے۔ عدالت عالیہ نے ان دونوں پینل سے دو ایڈیشنل چیف اسٹینڈنگ کونسل کے نام خارج کردیے ہیں۔ اس نے یہ بھی کہا ہے کہ قانونی یادداشت کے مینوئل کی متعلقہ دفعات سرکاری وکیلوں اور/ یا اسٹینڈنگ کونسل کو اس طرح کے معاملات میں پیش ہونے کی منظوری دیتی ہیں۔

1996 کی دیوانی (متفرق) عرضی درخواست نمبر 28721- روہتاس سنگھ بمقابلہ کمشنر، آگرہ ڈویژن اور دیگران اور الہ آباد عدالت عالیہ کے مورخہ 6.9.1996 کے احکامات کی مبینہ خلاف ورزی کے لیے توہین عدالت کی کارروائی کے دوران غیر قانونی فیصلہ سنایا گیا ہے۔ روہتاس سنگھ بنام کمشنر، آگرہ ڈویژن اور دیگران اور ہائی کورٹ کا حکم مورخہ 11.7.1996 میں سول (متفرق) عرضی درخواست نمبر 21843 آف 1996- گاوں بھاوکارہ کی گاون پنچایت اور دیگران بنام ضلع پنچایت راج ادھیکاری، بلند شہر اور دیگران۔ ان کارروائیوں میں، شری ایس ایم اے کاظمی، ایڈیشنل چیف اسٹینڈنگ کونسل ان مبینہ مخالفوں کے لیے پیش ہوئے جو سرکاری اہلکار تھے اور جن پر مذکورہ دو عرضی درخواستوں میں متعلقہ احکامات کی خلاف ورزی کا الزام تھا۔ جب عدالت نے یہ اعتراض اٹھایا کہ ریاستی لاء افسران توہین کرنے والوں کے

دفاع کے لیے توہین عدالت کی کارروائی میں حاضر نہیں ہو سکتے ،شری ایس ۔ایم ۔اے ۔کاظمی ،ایڈیشنل چیف اسٹینڈنگ کونسل نے عدالت کی توجہ مذکورہ گورنمنٹ آرڈر نمبر D/2714/7-Nyay-3-96-83/9 6 مورخہ 12 ستمبر 1996 کی طرف مبذول کرائی جس کے تحت مذکورہ بالا چھ ریاستی لاء افسران کو تعینات کیا گیا تھا۔ ریاستی حکومت کی طرف سے توہین عدالت کے تمام مقدمات میں الہ آباد میں عدالت عدلیہ اور لکھنؤ میں اس کی بینچ میں حاضر ہونے کے مقصد سے ریاستی حکومت کے افسروں/ ملازمین کا دفاع کرنا ہے جن پر توہین کا الزام لگایا گیا ہے ۔مسٹر کاظمی نے دعویٰ کیا کہ وہ ان چھ ریاستی لاء آفیسرز میں سے ایک ہیں جن کا نام لیا گیا ہے، اس لیے انہیں مبینہ حریفوں کے لیے پیش ہونے کا اختیار دیا گیا ہے ۔ایڈیشنل چیف اسٹینڈنگ ایڈوکیٹ نے عدالت کی توجہ مذکورہ سرکاری آرڈر نمبر D/2714/7-Nyay-3-96-83/96 کی طرف مبذول کرائی جس کے تحت ریاستی حکومت نے مذکورہ بالا چھ ریاستی لاء افسروں کو الہ آباد عدالت عالیہ اور لکھنؤ کی بینچ میں توہین عدالت کے تمام معاملوں میں پیش ہونے کے لئے مقرر کیا تھا۔مسٹر کاظمی نے دلیل دی کہ وہ ان چھ ریاستی لاء افسروں میں سے ایک ہیں جن کا نام اس طرح لیا گیا ہے، وہ مبینہ طور پر توہین کرنے والوں کی طرف سے پیش ہونے کے مجاز ہیں ۔

عدالت عالیہ کی توجہ 1975 کے لیگل یاداشت کا دستور العمل کی طرف بھی مبذول کرائی گئی ۔ 1975 کے لیگل یاداشت کا دستور العمل کے تحت باب پنجم عدالت عالیہ میں چیف اسٹینڈنگ کاونسل اور اسٹینڈنگ کاونسل سے متعلق ہے جو عدالت عالیہ میں تمام دیوانی معاملوں کے انعقاد کے ذمہ دار ہیں جس میں ریاستی حکومت فریق ہے ۔ باب پنجم کی شق 5.04 کے تحت اسٹینڈنگ کاونسل ایسے دیگر دیوانی معاملوں میں ریاست یا ریاست کے اندر کسی اتھارٹی کی نمائندگی کرنے کا حق رکھتا ہے جن میں اسے حکومت، قانونی یاد گار یا عدالت عالیہ کی طرف سے پیش ہونے کی ضرورت یا ہدایت دی جا سکتی ہے ۔ باب چہارم سرکاری وکیل، اس کے نائبین اور معاونین سے متعلق ہے ۔باب چہارم کی شق 4.07 کے تحت سرکاری وکیل، ایڈیشنل گورنمنٹ ایڈوکیٹ، ڈپٹی گورنمنٹ ایڈوکیٹ یا اسسٹنٹ گورنمنٹ ایڈوکیٹ کو پرائیویٹ پریکٹس کا حق حاصل ہوگا لیکن وہ حکومت کی خصوصی اجازت کے بغیر کسی فوجداری یا نیم فوجداری معاملے یا کارروائی میں دفاع کے لئے پیش نہیں ہوگا اور نہ ہی وہ کسی بھی مجرمانہ معاملے کے بارے میں کسی نجی فریق کو مشورہ دے سکتا ہے جو اتر پردیش میں زیر التوا ہو سکتا ہے یا قائم ہونے کا امکان ہے ۔

ریاست اتر پردیش کے ایڈیشنل چیف اسٹینڈنگ وکیل جناب کاظمی نے دلیل دی تھی کہ 12 ستمبر 1996 کے سرکاری حکم میں انہیں ایک مبینہ ملزم کی طرف سے توہین عدالت کی کارروائی میں پیش ہونے کا خصوصی اختیار دیا گیا ہے، حالانکہ عدالت عالیہ نے کہا تھا کہ وہ ریاست کا ملازم یا افسر ہے۔ اس دلیل کو مسترد کرتے ہوئے کہا کہ سرکاری وکیلوں اور اسٹینڈنگ ایڈوکیٹ کو پیش ہونے کی اجازت نہیں دی جاسکتی ہے۔

ایسا لگتا ہے کہ عدالت عالیہ نے اس بنیاد پر کارروائی کی ہے کہ یہ ریاست کا کام ہے کہ وہ مجرموں کے خلاف مقدمہ چلائے۔ لہٰذا ریاست کے وکیل ملزم کی جانب سے پیش نہیں ہوسکتے۔ بدقسمتی سے عدالت عالیہ کے استدلال کی یہ بنیاد درست نہیں ہے۔ توہین عدالت کی کارروائی کو اکثر نیم مجرمانہ کارروائی کے طور پر بیان کیا جاتا ہے کیونکہ اس کے نتیجے میں توہین کرنے والے کو سزا ملتی ہے۔ تاہم اس کارروائی کا موازنہ ریاست کی جانب سے کسی مجرم کے خلاف مقدمہ چلانے سے نہیں کیا جاسکتا۔ توہین عدالت کی کارروائی بنیادی طور پر عدالت اور استغاثہ کے درمیان ایک معاملہ ہے۔ توہین عدالت کا دائرہ اختیار عدالت کو انصاف کی مناسب انتظامیہ اور قانون کی حکمرانی کو برقرار رکھنے کو یقینی بنانے کے قابل بناتا ہے۔ اس کا مقصد اس بات کو یقینی بنانا ہے کہ عدالتیں انصاف کے نظام یا اس کا انتظام کرنے والے عہدیداروں پر بلا روک ٹوک حملوں کے ذریعے اپنے فرائض کو مناسب طریقے سے انجام دینے کے قابل ہوں، اور عدالت کے احکامات یا عدالت کو دیے گئے اداروں کی جان بوجھ کر خلاف ورزی کو روکیں۔ یہی وجہ ہے کہ سپریم کورٹ اور عدالت عالیہ کے پاس توہین عدالت سے متعلق قانون سازی کو بھی توہین عدالت پر سزا دینے کا فطری اختیار ہے۔

یہ بات توہین عدالت ایکٹ 1971 کے تحت 'توہین عدالت' کی تعریف سے بھی واضح ہے۔ توہین کی دو قسمیں بیان کی جاتی ہیں۔ دفعہ 2 (بی) کے تحت، سول توہین کا مطلب کسی عدالت کے کسی فیصلے، فرمان، ہدایت، حکم، رٹ یا دیگر عمل کی جان بوجھ کر نافرمانی یا عدالت کو دیے گئے حلف نامے کی جان بوجھ کر خلاف ورزی ہے۔ جبکہ دفعہ 2 (سی) کے تحت مجرمانہ توہین کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ کسی بھی معاملے کی اشاعت (چاہے وہ الفاظ کے ذریعے، بول کر یا لکھی گئی ہو، یا علامات کے ذریعے، یا ظاہری نمائندگی کے ذریعے، یا کسی اور طریقے سے) جو کسی بھی دوسرے کام کو انجام دیتا ہے یا کرتا ہے جو کسی عدالت کے اختیار کو بدنام کرتا ہے، یا کم کرتا ہے یا کم کرتا ہے۔ یا (ii) کسی بھی عدالتی کارروائی کے مناسب طریقہ کار کے بارے میں تعصب، یا مداخلت کرنا یا مداخلت کرنا؛ یا (iii) کسی اور طریقے سے انصاف کی انتظامیہ میں مداخلت کرتا ہے یا اس میں

رکاوٹ ڈالتا ہے یا اس میں رکاوٹ ڈالتا ہے۔ اس تعریف سے یہ واضح ہوتا ہے کہ توہین عدالت پر سزا دینے کا اختیار ایک ایسا اختیار ہے جو انصاف کے مناسب انتظام اور عدالت کے اختیار کو برقرار رکھنے کے لئے ضروری ہے۔ یہ اختیار آئین کے آرٹیکل 129 اور 215 کے تحت واضح طور پر محفوظ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ توہین عدالت کا سوال ایک ایسا سوال ہے جو بنیادی طور پر عدالت اور استغاثہ کے درمیان ہے۔

اس موقف کی وضاحت کرتے ہوئے، اس عدالت نے ڈی این تنیجا بنام بھجن لائی [1988] 3 ایس سی سی 26 کے معاملے میں کہا، "توہین عدالت اور مبینہ مجرم کے درمیان ایک معاملہ ہے۔ کوئی بھی شخص جو توہین عدالت کے لئے عدالت کی مشینری سے رجوع کرتا ہے وہ صرف توہین عدالت کے کچھ حقائق عدالت کے علم میں لاتا ہے۔ اس طرح کی معلومات فراہم کرنے کے بعد بھی وہ عدالت کی مدد کر سکتا ہے لیکن ہمیشہ یہ ذہن میں رکھنا چاہئے کہ توہین عدالت کی کارروائی میں صرف دو فریق ہوتے ہیں، یعنی عدالت اور استغاثہ یا نہیں۔ اس معاملے میں اس عدالت نے کہا کہ جس شخص نے شکایت درج کرائی تھی وہ اپیل کے کسی بھی حق کا حقدار نہیں تھا کیونکہ وہ توہین عدالت کی کارروائی میں ضروری فریق نہیں تھا۔

اس غلط تصور کی وجہ سے کہ ریاست کو توہین عدالت کے لئے مقدمہ چلانا ہے کہ موجودہ معاملے میں عدالت عالیہ اس نتیجے پر پہنچی کہ ریاست کی طرف سے عدالتوں میں اس کی نمائندگی کرنے کے لئے مقرر کردہ وکیل ریاست کے کسی افسر کے لئے پیش نہیں ہو سکتے ہیں جس پر توہین عدالت کا الزام عائد کیا گیا ہے۔ لہٰذا یہ ریاست کے لیے کھلا ہے کہ وہ توہین عدالت کی کارروائی میں اپنے عہدیداروں کی طرف سے پیش ہونے کے لیے اپنے وکیلوں کو نامزد کرے۔ درحقیقت ریاست کے سب سے بڑے لاء افسر ایڈووکیٹ جنرل کے معاملے میں اس عدالت نے ٹی سی ہنگورانی بنام جی پی مشرا (1967) (لاء رپورٹس لکھنؤ، صفحہ 662) کے معاملے میں کہا تھا کہ ریاستی حکومت ایڈووکیٹ جنرل کو یہ ذمہ داری تفویض کر سکتی ہے کہ وہ توہین عدالت کی کارروائی میں پیش ہوں، اور ایڈووکیٹ جنرل اس طرح پیش ہونے کے حقدار ہیں۔ محمد اقبال کھانڈے بنام عبدالماجد راتھر، (1994) 4 ایس سی سی 34 میں اس بات کا اعادہ کیا گیا ہے۔ جہاں عدالت نے کہا کہ عدالت کے پاس اپیل گزار کے وکیل یعنی ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل کو درخواست گزار کی طرف سے پیش نہ ہونے یا یہ ہدایت دینے کا کوئی جواز نہیں ہے کہ وہ اس کے بجائے عدالت کی مدد کرے۔

یہ ممکن ہے کہ ایسے حالات پیدا ہوں جہاں ایڈوکیٹ جنرل کسی مبینہ مجرم کے لئے پیش ہونے سے انکار کرسکتا ہے جو ریاست کا افسر یا ملازم ہے۔ مثال کے طور پر توہین عدالت ایکٹ، 1971 کی دفعہ 15، جو مجرمانہ توہین کا نوٹس لینے سے متعلق ہے، میں کہا گیا ہے کہ فوجداری توہین کے معاملے میں، دفعہ 14 میں ذکر کردہ توہین کے علاوہ، سپریم کورٹ یا عدالت عالیہ اپنی حرکت پر یا (الف) ایڈوکیٹ جنرل کی طرف سے پیش کی گئی حرکت پر کارروائی کرسکتی ہے۔ یا (ب) ایڈوکیٹ جنرل کی تحریری رضامندی کے ساتھ، یا (سی) مرکز کے زیر انتظام علاقے دہلی کے لئے عدالت عالیہ کے سلسلے میں، ایسا قانونی افسر جسے مرکزی حکومت سرکاری گزٹ میں نوٹیفکیشن کے ذریعہ، اس سلسلے میں، یا کسی اور شخص کی تحریری رضامندی کے ساتھ وضاحت کرسکتی ہے۔ ماتحت عدالت کی کسی مجرمانہ توہین کے معاملے میں، عدالت عالیہ ماتحت عدالت کی طرف سے اس کے حوالہ یا ایڈوکیٹ جنرل کی طرف سے پیش کی گئی تحریک پر یا مرکز کے زیر انتظام علاقے کے سلسلے میں، ایسے لاء افسر پر کارروائی کرسکتا ہے، جسے مرکزی حکومت سرکاری گزٹ میں نوٹیفکیشن کے ذریعے، اس حوالے سے وضاحت کریں۔ ایڈوکیٹ جنرل یا متعلقہ لاء افسر ایسے معاملے میں مجرمانہ توہین عدالت کے معاملے میں مبینہ ملزم کی طرف سے پیش ہونے سے انکار کرسکتے ہیں۔

ہماری توجہ توہین عدالت ایکٹ کی دفعہ 23 کے تحت بنائے گئے الہ آباد عدالت عالیہ رولز کے رول 6 کی طرف بھی مبذول کرائی گئی جس میں سرکاری وکیل کو مجرمانہ توہین کا نوٹس دیا گیا ہے۔ تاہم، اس سے سرکاری وکیل توہین عدالت کی کارروائی میں دلچسپی رکھنے والا فریق نہیں بن جاتا ہے۔ مزید برآں، موجودہ کیس فوجداری توہین سے نہیں بلکہ دیوانی توہین سے متعلق ہے۔

لہذا ریاست کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کسی قانونی افسر کو ایسے معاملات میں پیش ہونے کا اختیار دے جہاں توہین عدالت ریاست کے کسی افسر یا ملازم کی جانب سے عدالت کے حکم کی نافرمانی پر مشتمل ہو۔ عدالت عالیہ کی جانب سے دی گئی مزید ہدایات کہ اس طرح کے تمام معاملوں میں قانونی اخراجات مبینہ ملزم کو ذاتی طور پر برداشت کرنے چاہئیں، سوائے اس کے کہ جب اسے باعزت بری کردیا جائے، بھی غیر ضروری معلوم ہوتا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ عدالت عالیہ کو اس طرح کی ہدایت جاری کرنے کی ترغیب دی گئی ہے کیونکہ عدالت کے احکامات پر عمل کرنے میں ناکامی پر ریاست کے افسروں کے خلاف عدالت میں بڑی تعداد میں مقدمات

زیر التوا ہیں۔ یہ واقعی ایک پریشان کن صورتحال ہے۔ جہاں متعلقہ افسر کا طرزِ عمل خراب ہو، وہاں عدالت اسے ذاتی طور پر اخراجات ادا کرنے کی ہدایت دے سکتی ہے، اگر کیس کے حقائق اور حالات اس کی ضرورت ہو۔ لیکن عدالت عالیہ کی طرف سے دی گئی اس قسم کی عام ہدایت کو برقرار نہیں رکھا جاسکتا۔

لہٰذا عدالت عالیہ کے حکم کو کالعدم قرار دیا جاتا ہے اور اپیلوں کی منظوری دی جاتی ہے۔ تاہم، اخراجات کے بارے میں کوئی حکم نہیں ہوگا۔

وی ایس ایس

اپیلوں کی منظوری دی جاتی ہے۔